وہی، موسیقی کی تانیں اُٹھتی ہیں تو اُسی طرح، ٹیلی وژن پر پریاں تھرکتی ہیں تو پہلے ہی کی طرح، سرمایہ سُود پر لگا تھا تو وہ اب بھی لگا ہے، جو آمدنی حرام کی کہیں سے ہو رہی تھی وہ اب بھی ہوتی ہے، مزدوروں یا ملازموں کے ادائے حقوق میں جو گڑبڑ پہلے تھی وہی اب بھی ہے۔ افسروں سے سانٹھ گانٹھ حسبِ معمول ہے، بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ حج کے بعد حاجی صاحب کے ہاں بہت برکت آگئی ہے۔

تو اے محترم حاجی صاحبان! جو ہمارے اس پرچے کی اشاعت تک فریضے سے فارغ ہو کر وطن کا رُخ کر رہے ہوں گے، خدا کے لیے حج کی برکتوں اور سعادتوں کو اور روضۂ نبویؐ کی زیارت کے فیضان کو وہیں جزیرۃ العرب میں نہ چھوڑ آئیے اور یہ نہ سمجھیے کہ احرام اُترا تو ساتھ ہی حج کا خلعت بھی اُتارنا ضروری ہے۔ اور پھر یہاں آکر اپنے آپ کو دُنیا کے جھمیلوں، دولت پرستی اور نمائشِ دولت اور اسراف دولت اور تکاثر و تفاخر سے بچالیجیے۔ تب حج کی سعادتیں آپ کی زندگی میں نہایت حسین و جمیل کونپلیں چھوڑیں گی۔ پھر آپ کو آخرت میں جا کر اصل نتیجہ کا پتہ چلے گا۔

خدا ہمارے تمام حاجی بھائیوں کو حج کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ ان میں دولت اور دُنیا کی آزمائش کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کرے۔

---

(۲)

محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے اور اس کی پہلی تاریخ ہی دوسرے خلیفۂ رسولؐ حضرت عمر فاروقؓ کی مظلومانہ شہادت کے خون سے لتھڑی ہوئی ہے۔ یکم محرم[1] کو حضرت عمر فاروقؓ کو جس غدار اور

---

[1] روایت اسماعیل بن محمد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز بُدھ ہوا۔ اور زخمی حالت میں اُمت کے بہت سے معاملات کو طے کرنے کے بعد وفات پا کر یکم محرم ۲۴ھ کو تدفین ہوئی۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۳۶۵۔ قتادہ کی روایت کی رُو سے بُدھ کو زخمی ہوئے اور جمعرات کو وفات ہوئی۔ (حوالہ سابق۔ ص ۳۶۴) مگر ہماری رائے میں جو اُمور اُنہوں نے وفات سے پہلے انجام دیئے ہیں، جن کا ریکارڈ تاریخ میں ہے، وہ اتنے قلیل وقت میں ہو نہیں سکتے۔

سامراجی قوت نے نشانۂ ظلم بنایا، وہی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا خون چاٹتی، اپنا آخری نشانہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بناتی ہے۔

میں یہاں کوئی قصہ بیان نہیں کروں گا، مرثیہ گوئی مطلوب نہیں، انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کی مظلومانہ قربانیاں حق کی راہ میں اتنی ہیں کہ ساری عمر رونے دھونے میں گزر جائے اور کوئی دوسرا کام نہ ہونے پائے بلکہ وہی پیغام ضائع ہو جائے جس کے لیے قربانیاں دی جاتی رہیں۔

مختصراً میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نفسِ انسانی کے بگاڑ کے بہت ہی بڑے ذرائع دو ہیں: ایک بے قید دولت و صرفِ دولت اور دوسرے غیر محدود (یا مطلق العنان) اتھارٹی یا اقتدار۔ ساری تاریخ میں آپ یہ عبرت ناک منظر دیکھیں گے کہ انھی دو چیزوں یا ان میں سے کسی ایک نے ہمیشہ تباہی کا سامان کیا اور بعد والوں نے ایسے تجربات سے سبق لینے کے بجائے پھر وہی تجربہ دہرایا اور ایسے ہی نتائج پائے۔ تمام علوم اور تمام عقلیں اور ادب اور فنون اور ہر قسم کی مذہبی و اخلاقی تعلیمات نہ دولت کو لگام دے سکیں اور نہ اتھارٹی کو نکیل ڈال سکیں۔ بعض اقوام نے ایک پہلو سے ناقص سے تجربات پر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا، مگر دوسرا پہلو قابو سے باہر رہا۔ نتیجہ یہ کہ پہلے معاشرے میں اور پھر دنیا بھر میں فساد کے پھیلنے کا باعث بنا۔ جن صورتوں پر وقتی طور پر اطمینان ہوتا بھی ہے ان کے بارے میں تغیر کا کوئی دوسرا ریلا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

پوری تاریخِ معلوم میں واحد مثال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ آپؐ نے دولت اور اتھارٹی (اقتدار) دونوں کو خدائی قانون اور اخلاقی حدود کا پابند کر دیا۔ اور بار بار امت کو انتباہ دیا کہ ایک تو جب بھی تم میں دولت عام ہو گی اور تنافس بڑھے گا اور تم شان و شوکت کی طرف راغب ہو گے تو تم عقوبتوں کا شکار ہو جاؤ گے، دوسرے تمھارے اندر جب خدا کی حاکمیت اور اس کے قانون کی پابندی سے آزاد ہو کر حکم چلانے والے نمودار ہوں گے تو پھر طرح طرح کے فتنوں کا سلسلہ اٹھے گا۔ یہ میں بہت سی پیشین گوئیوں کا ملخص عرض کر رہا ہوں۔

یہ بھی دنیا میں لاجواب مثال ہے کہ ایک تہائی صدی تک کا لمبا عرصہ ملّتِ اسلامیہ نے ایسا گزارا کہ جس میں اتھارٹی تو اس حد تک قابو میں رہی کہ حکمرانی کرنے والے خلفاء نمونۂ نبوت کے مطابق درویش بن کر چلے۔ انھوں نے عوام کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھے۔ انھوں نے اپنے خلاف تنقید کے

دروازے چوپٹ کھول دیئے، نیز کسی بھی قسم کے حالات میں دین کی سربلندی کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی بہبود اور اس کی مصیبتوں کے ازالے پر توجہ صرف کی۔ غرضیکہ اس سیاسی کام کو عبادت بنادیا۔ اور دولت کی قدر و قیمت انہوں نے اتنی گرائی کہ پل میں دس دس ہزار دینار غریبوں پر صرف کردیتے تھے۔[۱]

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ۔

اس دور کے بعد اقتدار اور دولت دونوں نے حدود و قیود کو ختم کر دیا اور مختصر سے مفاد یافتہ طبقے کے لیے یہ بلائیں سامانِ عیش و تنعم بن گئیں اور عوام طرح طرح کے مظالم و مصائب کا شکار ہونے لگے۔ یہی وہ تبدیلی تھی جو یزید کے دور میں بھرپور طریقے سے ابھر کے آگئی۔

بے قید اقتدار اور بے قید دولتِ دنیا کے اس چڑھتے ہوئے طوفان کو امام حسینؓ نے روکنا چاہا اور وہ اپنی اور چند ساتھیوں کی لاشوں کی دیوار بنا کر بھی روک نہ سکے۔

---

[۱] اس کی مثالیں صحابہ کرامؓ میں کثرت سے ملتی ہیں۔ مگر ہم یہاں ایک صاحبِ مال حضرت عبداللہ بن عوفؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ دو بار چالیس چالیس ہزار دینار خیرات کے لیے وقف کیے۔ جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ پیش کیے۔ سورۂ برأت کے نزول کے موقع پر چار ہزار درہم پیش کیے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے بڑا غل سنا۔ کسی سے پوچھا کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف تجارتی مہم سے لوٹے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن (اپنی دولت کی وجہ سے) جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے۔ خبر پہنچی تو جناب عبدالرحمٰن نے پورا قافلہ تجارت، سامان، اونٹ، پلان، رسیاں، نقدی سب کچھ اسی وقت راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ خود حضرت عائشہؓ کا جذبۂ انفاق دیکھیے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے اسی وقت غربا میں تقسیم کر دیئے۔ خادمہ نے کہا کہ اچھا ہوتا کہ آپ افطار کے لیے کچھ گوشت خرید لیتیں۔ فرمایا "تم نے پہلے یاد دلایا ہوتا"۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ۷۰ ہزار کی رقم آئی جو انہوں نے راوی (عروہؓ) کے سامنے کھڑے کھڑے راہِ خدا میں دے دی اور دوپٹہ جھاڑ دیا۔

یہ ہے دولت کے خطرے سے بچنے کا راستہ۔ ہے کوئی مثال آج ایسی!